eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

An Analytical Study of Sultana Meher's Interview-based Biographical Anthologies

سلطانہ مہر کے مصاحباتی تذکروں کا تجزیاتی مطالعہ

Nadeem Afzal[1], Dr. Nazar Abid[2]
[1]PhD Scholar, [2]Associate Professor, Urdu Department, Northern University, Nowshera, Khyber Pakhtunkhwa
***Corresponding Email:** nadeemafzaal123@gmail.com
***DOI:** https://doi.org/10.56276/tasdiq.v8i02.159

Abstract

This research paper presents an analytical study of Sultana Mehar's pioneering contributions to interview-based biographical anthologies in Urdu literature. Merging the classical tradition of biographical anthologies with modern journalistic interviews, Sultana Mehar transformed transient newspaper columns and interviews into enduring documentary artefacts. Tracing her journey from her early journalistic engagements—particularly her column "Aaj Ka Shair" in Daily Jang—to her major compilations, the study examines Aaj Ki Shaairaat (1973), the five-volume series Sukhanwar (1979–2004), and the two-volume prose interview-based anthology Guftani (2000-2004). The paper explores methodological shifts in Sultana Mehar's work, notably her transition from face-to-face interviews to epistolary questionnaires, necessitated by her migration, and her use of alphabetical categorisation to circumvent contemporary literary rivalries. Furthermore, it highlights her documentation of marginalised literary segments, including contemporary female poets, prose writers, and diasporic authors. While acknowledging the immense documentary and historical value of these works—recognised by prominent scholars such as Mushfiq Khawaja and Dr Jameel Jalibi—the study also critically evaluates structural limitations, such as questionnaire repetition, the absence of rigorous cross-examination, and occasional authorial subjectivity. Ultimately, Sultana Mehar's compilations emerge as an invaluable, comprehensive primary resource for literary interviewing, biographical accounts, contemporary Urdu literary history and criticism.

Keywords:
Sultana Mehar, literary interviews, interviewer, interlocutor, biography, Urdu, Journalism

Received: 20-07-2026 **Revision:** 10-09-2026 **Accepted:** 05-10-2026 **Online:** 25-10-2026

This article is licensed under the Creative Commons Attribution (CC BY 4.0). Free use, distribution, and reproduction permitted with proper citation of the original work.
© The Author(s).

اردو ادبی تاریخ میں تذکرہ نگاری محض شخصیات کے احوال یا نمونۂ کلام جمع کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ معاصر ادبی مزاج، فکری رویوں، تخلیقی میلانات اور تہذیبی ارتقا کو دستاویزی صورت میں محفوظ کرنے کا ایک اہم ذریعہ رہی ہے۔ میر تقی میر کے تذکرے ''نکات الشعرا'' سے لالہ سری رام کے ''خُم خانۂ جاوید'' اور مالک رام کے 'تذکرۂ معاصرین'' تک اس روایت نے محدود تاثراتی اور عمومیت کے حامل دائرے سے نکل کر جدید سوانحی تحقیق اور استناد کی جانب طویل سفر طے کیا۔ اکیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے اس میں ایک نیا فنی، اسلوبی اور ساختی انقلاب رونما ہوا۔ اس منتقلی یا ترقی کا بنیادی امتیاز یہ تھا کہ روایتی سوانحی کوائف کی تفتیش اور کلاسیکی تذکرہ نگاری کو جدید ابلاغی صنف ''مصاحبہ'' (Interview) کے ساتھ ملا کر ''ادبی مصاحباتی تذکرہ نگاری'' کی ایک منفرد صنف کی بنیاد رکھی گئی۔

اردو میں اس امتزاجی طرز کا نقشِ اول سلطانہ مہر ہیں۔ اردو ادب میں سلطانہ مہر کی حیثیت کثیر الجہت ہے۔ وہ بیک وقت شاعرہ، افسانہ نگار، ناول نگار اور ادبی جریدے ''ماہنامہ روپ'' کی مدیر ہونے کے ساتھ ساتھ محنتی اور باخبر ادبی صحافی بھی ہیں۔ ان کی ادبی صحافت کا باقاعدہ آغاز بمبئی (ہندوستان) سے شائع ہونے والے ''روزنامہ ہندوستان'' کے صفحۂ خواتین کی ادارت سے ہوا تاہم ۱۹۵۹ء میں پاکستان ہجرت کے بعد ان کا یہ صحافتی وادبی سفر مزید وسعت اور پختگی اختیار کر گیا۔ کراچی میں قیام کے دوران ان کی صحافتی وابستگی ''روزنامہ انجام'' اور ''روزنامہ جنگ'' جیسے اخبارات سے رہی جہاں انھوں نے صحافتی پلیٹ فارم کو خالص علمی، تحقیقی اور ادبی مقاصد کے لیے استعمال کر کے تاریخِ ادب میں اپنی انفرادی شناخت قائم کی۔

''روزنامہ جنگ'' کے صفحۂ خواتین کی ادارت کے دوران سلطانہ مہر نے ۱۱ ستمبر ۱۹۶۷ء کو ''آج کا شاعر'' کے عنوان سے معاصر شعرا کے مصاحبات کے ایک باقاعدہ اور مستقل سلسلے کی بنیاد رکھی۔ اس سلسلے کا پہلا مصاحباتی تعارف معروف شاعر استاد قمر جلالوی کے احوال و آثار اور کلام کی صورت میں شائع ہوا۔ ادبی صحافت کا یہ سلسلہ اگلے دو برس تک مسلسل جاری رہ کر ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو پروفیسر سحر انصاری کے مصاحبے پر اختتام پذیر ہوا۔ اس سلسلے کی تاریخی اور ادبی اہمیت اس امر میں مضمر ہے کہ سلطانہ مہر نے محض روایتی، سرسری اور عمومی نوعیت کے عارضی اخباری انٹرویو کی سطحیت پر اکتفا کرنے کے بجائے مصاحبے کو ایک باقاعدہ تحقیقی معاون کے طور پر برتا۔ انھوں نے شعرا کی زندگی کے کم آمیز گوشوں، ان کے تخلیقی محرکات، نفسیاتی گرہوں، تنقیدی آراء، ادبی نظریات اور خاندانی پسِ منظر کو براہِ راست، دوبدو یا مراسلاتی استفسارات کے ذریعے جان کر محفوظ کیا۔ تاہم اخبار کی عمومی، فوری اور ہنگامی نوعیت کے سبب مصاحبہ کار کو یہ خدشہ تھا کہ یہ گراں قدر تحقیقی مواد وقت کی گرد میں گم ہو کر ضائع ہو جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے ان منتشر ادبی صحافتی مصاحبات کو کتابی صورت میں مدون کرنے کا فیصلہ کیا۔ اپنے اس تدوینی منصوبے، کتابی ترتیب اور اس کے پس پشت کارفرما محرکات کی وضاحت وہ ''سخن ور'' (جلد اول) کے دیباچے میں ذیل کے الفاظ میں کرتی ہیں:

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
تصدیق
Vol. 8 No. 2 (2026)

''یہ کتاب "سخن ور" ان مضامین سے انتخاب کا مجموعہ ہے جو میں نے لکھے تھے۔ اب اضافہ و ترمیم کے ساتھ یہ آپ کے ہاتھ میں کتابی شکل میں موجود ہیں، اس میں صرف وہ "انٹرویوز" شامل ہیں جو شائع کیے گئے تھے۔''(۱)

اگرچہ مصاحبہ کار نے اس مواد کو "مضامین" کہا ہے مگر شائع شدہ مواد کی نوعیت کے حوالے سے ان کا اسے "انٹرویو" کہنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مصاحبہ کار کے ذہن میں مصاحبہ نگاری کا تصور بالکل واضح ہے۔ اس بات کو سلطانہ مہر کی کتب میں شامل مختلف ادیبوں کے تاثراتی و تنقیدی مضامین، دیباچوں، تقاریظ اور بیانات سے بھی تقویت ملتی ہے جن میں جا بہ جا مصاحبے اور تذکرہ نگاری کی اس منفرد ادغامی صورت پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ یہ اقدام در حقیقت اردو ادبی صحافت اور تذکرہ نگاری کی تاریخ کا وہ اہم موڑ تھا جہاں ہنگامی نوعیت کی صحافتی و اخباری صنف نے پائیدار ادبی اور حوالہ جاتی تذکرہ نگاری کا روپ دھار لیا۔

سلطانہ مہر کی مطبوعہ کتابی مصاحبہ نگاری کا باقاعدہ اور استنادی نقطہ آغاز ۱۹۷۳ء میں شائع ہونے والی ان کی تصنیف ''آج کی شاعرات'' سے ہوتا ہے جو اردو ادب میں خواتین قلم کاروں کے حوالے سے ایک استثنائی اور تاریخی حیثیت کی حامل کتاب ہے۔ اس کتاب میں ایک سو تین ۱۰۳ معاصر شاعرات کے مصاحباتی تعارفیے شامل کیے گئے ہیں۔ چونکہ یہ ان کے تدوینی سفر کی ابتدائی کاوش تھی اس لیے اس کا ساختی ڈھانچہ چند دوبدو مصاحبوں یا بذریعہ ڈاک ارسال کیے گئے سوال ناموں، مختصر سوانحی کوائف، انفرادی ادبی آراء، نمونہ کلام اور شخصیات کی تصاویر پر استوار ہے۔ تذکرہ نگاری کی روایت کے بموجب اور ادیبوں اور شاعروں کے مابین مقام و مرتبے، ادبی قد و قامت اور معاصرانہ چشمک کی نزاعی صورت سے بچنے کے لیے، جس کی وجہ سے اکثر مرتبین کو ادبی حلقوں کی معاصرانہ ناراضگی اور تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے، سلطانہ مہر نے اس صورتِ حال سے بچنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی کہ تمام شاعرات کے تذکرے کو ان کے تخلص کے اعتبار سے الف بائی ترتیب سے مدون کیا، تاکہ کسی بھی شاعرہ کی تقدم یا تاخیر کو اس کے ادبی مرتبے سے منسوب نہ کیا جا سکے۔ انھوں نے یہ روش اپنے تمام مصاحباتی مجموعوں میں روا رکھی ہے۔ اپنی اس غیر جانبدارانہ اور محتاط تدوینی حکمتِ عملی کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں:

''"آج کی شاعرات" کی حیثیت ایک اجتماعی خود نوشت سوانح کی سی ہے، جس میں ہر شاعرہ نے اپنا تعارف خود رقم کیا ہے۔ میں نے محض ایک مرتب کی حیثیت سے ان کی ترتیب و تدوین کی ہے۔ ترتیب خواہ مشاعروں میں ہو یا تذکروں میں، شاعروں کے لیے ہمیشہ سے جذباتی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اسی نزاکتِ احساس کے عواقب سے بچنے کے لیے میں نے ہر شاعرہ کو مقام و مرتبے سے قطع نظر تخلص کی ترتیب سے (حروفِ تہجی کے اعتبار سے) "آج کی شاعرات" میں جگہ دی ہے۔''(۲)

الف بائی ترتیب کے بظاہر سادہ نظم و ضبط کے باوجود مصاحبہ کار نے فکری اور زمانی ارتقا کا شعور قائم رکھنے کے لیے کتاب کے مواد

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

Vol. 8 No. 2 (2026)

کو معنوی اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے: پہلا حصہ ''بوئے گل'' ایسی نو آموز اور ابھرتی ہوئی شاعرات کے تعارف پر مشتمل ہے جو ادبی افق پر اپنے ابتدائی نقوش ثبت کر رہی تھیں؛ دوسرا حصہ ''نالۂ دل'' ان شاعرات کے لیے مختص کیا گیا ہے جن کی ادبی شناخت قدرے مستحکم ہو چکی تھی اور وہ ادبی حلقوں میں معتبر مقام حاصل کر چکی تھی جبکہ تیسرا حصہ ''دودِ چراغِ محفل'' نسبتاً معمر، خاص ادبی مقام کی حامل اور اساتذہ کے درجے پر فائز شاعرات کے احوال و آثار کا احاطہ کرتا ہے۔ اگرچہ ''آج کی شاعرات'' کا اسلوب غیر رسمی بیانیے، تلخیصی طرز اور معلوماتی نوعیت کا ہے لیکن یہی کتاب بعد ازاں ان کے ضخیم تدوینی سلسلوں ''سخنور'' اور ''گفتنی'' کے لیے سنگِ بنیاد ثابت ہوئی۔

''آج کی شاعرات'' کی اشاعت کے بعد سلطانہ مہر نے پاکستانی اور بین الاقوامی سطح کے اردو شعرا کے مصاحباتی تذکروں کو ''سخنور'' کے عنوان سے پانچ ضخیم جلدوں میں مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ۱۹۷۹ء سے ۲۰۰۴ء تک پچیس برس کے طویل زمانی فاصلے پر محیط یہ سلسلہ اردو ادب میں مصاحباتی تذکرہ نگاری کے فنی ارتقا، اسلوبیاتی تنوع اور ساختی تغیر و تبدل کی مکمل دستاویز ہے۔

''سخن ور'' کی پہلی جلد ادارۂ تحریر کراچی سے ۱۹۷۹ء میں طبع ہوئی جس میں ابتدائی طور پر ساٹھ (۶۰) شعرا کے مصاحبے شامل تھے جو سال ۲۰۰۰ء کے تیسرے ایڈیشن میں ترمیم و اضافے کے ساتھ بہتر (۷۲) تک پہنچ گئے۔ احسان دانش کے مصاحبے سے شروع ہو کر ڈاکٹر وزیر آغا پر ختم ہونے والی اس جلد میں فیض احمد فیض، جوش ملیح آبادی، صوفی تبسم، ناصر کاظمی، جون ایلیا، اور احمد ندیم قاسمی جیسے مشاہیرِ ادب بطور مصاحب شامل ہیں۔ اس مجموعے کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں صرف پاکستان سے تعلق رکھنے والے شعرا کے مصاحبے شامل کیے گئے ہیں اور عنوان کے بعد قوسین میں (تذکرہ شعرائے پاکستان) کی صراحت کی گئی ہے۔ اس جلد کا ایک فنی امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں شامل تمام مصاحبات ادیبوں اور شاعر مصاحبین سے روبرو ملاقاتوں، طویل بالمشافہ نشستوں اور راست استفسارات اور چند مکتوبی سوال ناموں کا نتیجہ ہیں۔ مصاحبہ کار نے ''دیکھیں کیا گزری ہے'' کے عنوان سے اپنے صحافتی و تحقیقی تجربات بھی دیباچے میں قلم بند کیے ہیں جس سے قاری کو اس مشقت طلب کام کے پس پردہ حقائق سے آگاہی ہوتی ہے۔

مصاحباتی گفتگو کے دوران مصاحبین کے باطنی اور نفسیاتی گوشوں کو بے نقاب کرنے کے ہنر کی تحسین کرتے ہوئے پروفیسر ممتاز حسین رقم طراز ہیں:

> ''سلطانہ مہر نے اس تذکرے میں شامل شعرا کی گفتگو کو اس فن کارانہ مہارت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ وہ کسی پردہ داری کے بغیر اظہارِ ذات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ کام بغیر سلیقے کے نہیں آتا۔ اس کا تعلق سوال کی نوعیت اور گفتگو کرنے والے کی بر محل دخل اندازی سے بھی ہوتا ہے۔ سلطانہ مہر کو یہ فن خوب آتا ہے۔۔۔ اس تذکرے کی جو

تاریخی افادیت ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ کل کے مؤرخ ہوں یا دورِ حاضر کے، وہ اس تذکرے سے بڑا قیمتی مواد حاصل کریں گے۔"(۳)

اسی طرح مشفق خواجہ نے اپنے مضمون "سوانحی معلومات" میں اس مصاحباتی تذکرے کی اہمیت، اردو تذکرہ نگاری کے قدیم و جدید انداز، ذرائع اور اسالیب پر بحث کرتے ہوئے "سخنور" کا قدیم تذکروں سے تقابل پیش کیا ہے۔ مشفق خواجہ نے اخبارات میں چھپنے والے "انٹرویوز" کی ہنگامی نوعیت اور کتابی صورت کی پائیداری کا تقابل کرتے ہوئے "سخنور" کی استنادی حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔ اخباری مصاحبات کو کتابی استناد بخشنے کا جو تاریخی فائدہ اردو تحقیق کو پہنچا اس کا عملی ثبوت مشفق خواجہ کے کتاب میں شامل اس مضمون کے ذیل کے الفاظ میں بھی ملتا ہے جس میں انھوں نے بتایا کہ کس طرح سلطانہ مہر کے یہ مصاحبات مالک رام کے لیے مآخذ بنے:

"اس کتاب میں متعدد ایسے شعرا کے حالات شامل ہیں جن کے بارے میں اب تک بہت کم لکھا گیا ہے۔۔۔ مجھے یاد ہے کہ جب سراج الدین ظفر، سید محمد جعفری، تحسین سروری اور بعض دوسرے شعرا کا انتقال ہوا تھا تو دہلی سے جناب مالک رام نے ان مرحومین کے حالات طلب کیے تھے۔ مجھے ان کے بارے میں سلطانہ مہر کے مضامین کے سوا کچھ نہیں ملا تھا، اور یہی میں نے مالک رام صاحب کو بھیج دیے تھے۔ ان مضامین سے انھوں نے اپنے "تذکرۂ معاصرین" میں خاصا استفادہ کیا ہے۔"(۴)

"سخنور" کی پہلی جلد کی اشاعت کے سترہ برس بعد ۱۹۹۶ء میں "سخن ور" کی دوسری جلد طبع ہوئی جس میں اٹھاسی (۸۸) شعرا و شاعرات کے مصاحبے شامل ہیں۔ اس طویل تعطل اور تبدیلی کا بنیادی سبب سلطانہ مہر کا کراچی سے پہلے امریکہ اور بعدازاں برطانیہ منتقل ہونا تھا۔ دیارِ غیر میں مستقل قیام کے باعث پاکستان اور ہندوستان کے ادیبوں سے بالمشافہ ملاقاتوں اور راست گفتگو کا سلسلہ ناممکن ہو گیا چنانچہ انھوں نے اپنے مصاحباتی تذکروں کو جاری رکھنے کے لیے مراسلاتی یا مکتوبی مصاحبے (Epistolary Interview) کا طریقہ اپنایا۔ یہ اس دور میں رائج اور سب سے مقبول مصاحباتی طرز تھی جس پر گلزار جاوید، محمد خالد عابدی اور نثار احمد صدیقی وغیرہ اکثر مصاحبہ کاروں نے اپنی مصاحباتی کتب کی بنیاد رکھی ہے۔ سلطانہ مہر نے بیس (۲۰) جامع سوالات پر مشتمل ایک مفصل سوال نامہ مرتب کر کے دنیا بھر کے اردو شعرا کو بذریعہ ڈاک ارسال کیا۔ پیش لفظ "گہر ہونے تک" میں وہ وضاحت کرتی ہیں کہ انھوں نے تحقیقی معیار پر کوئی سمجھوتا نہیں کیا۔ چنانچہ جن شعرا نے سوال نامے کے مکمل، مفصل اور اطمینان بخش جوابات ارسال کیے ہیں، صرف انھی کے مصاحبات کتاب میں شامل کیا گیا جبکہ محض تصاویر یا مختصر کوائف بھیجنے والوں کو قلم زد کر دیا گیا ہے۔ اس جلد کی ایک تدوینی خوبی یہ بھی ہے کہ مصاحب کے نام کے ساتھ ان کا تازہ پتا، دستخط اور مصاحب کی ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر کا عکس بھی شامل کیا گیا ہے جس سے یہ مجموعہ ایک ادبی مصاحباتی

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

تذکرے کے ساتھ ساتھ معاصر شعرا کی ایک مستند ڈائریکٹری اور دستاویزی ثبوت کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

ان مصاحبوں میں سلطانہ مہر کا بیانیہ انداز داستانی راوی کے صیغہ واحد متکلم کی سی روانی اختیار کر لیتا ہے اور وہ مصاحب کی زندگی اور مصاحبے کے پس منظر کو مسلسل نثری صورت میں بیان کرتی چلی جاتی ہیں۔ سلطانہ مہر معلومات کی فراہمی کے دوران ضرورت کے مطابق مصاحب کے اصل الفاظ کو بھی اقتباس کی شکل میں شامل کر دیتی ہیں۔ یہ عمل نہ صرف بیانیے میں تنوع پیدا کرتا ہے بلکہ اس سے مصاحبے کی استنادی حیثیت بھی پختہ ہو جاتی ہے۔

مصاحبہ کار راوی اور کہانی گو کے انداز میں اجمالی حالاتِ زندگی کو ترتیب دیتی چلی جاتی ہیں۔ غیر رسمی مصاحبہ نگاری کے ارتقائی تسلسل کے تناظر میں ان تذکروں سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ سبھی مصاحبات کے اختتام پر "عکسِ فن" کے عنوان سے شاعر کا نمونۂ کلام شامل کیا گیا ہے جو قدیم فارسی و اردو تذکرہ نگاری کی روایت کا تسلسل ہے۔ حالاتِ زندگی کے ساتھ شعراء کے نمونۂ کلام درج کرنے کی روایت کو سلطانہ مہر نے مصاحباتی عمل کے ساتھ جوڑ کر نیا تجربہ کیا ہے۔ مذکورہ تجربات شعراء کے تخلیقی عمل کی عملی مثالوں کے ساتھ اردو تذکرہ نگاری و مصاحبہ نگاری کی منفرد امتزاجی صورت کے عکاس بھی ہیں۔

۱۹۹۸ء میں دنیائے ادب کراچی سے شائع ہونے والی "سخنور" جلد سوم میں بیاسی (۸۲) ادیبوں کے مصاحبے شامل ہیں۔ ڈاکٹر محمد علی صدیقی کے تعارفی کلمات کے علاوہ اس جلد کی اہمیت اس کے گراں قدر مقدمات سے بھی واضح ہوتی ہے جنھیں ڈاکٹر حنیف فوق، حمایت علی شاعر اور پروفیسر سحر انصاری جیسے معاصر اہلِ قلم نے تحریر کیا ہے۔ "رو میں ہے رخشِ عمر" کے تحت مصاحبہ کار نے اپنی ذاتی معلومات اور تصانیف کی فہرست کے علاوہ "مجھے انتظار رہے گا" کے عنوان سے پیش لفظ بھی تحریر کیا ہے۔ اس میں اس جلد کی ادبی ضرورت اور تدوینی مقاصد کو واضح کیا گیا ہے۔

اس مجموعے کو مرتب کرتے ہوئے مصاحبہ کار نے سوال نامے کی طوالت سے پیدا ہونے والی اکتاہٹ کو محسوس کیا اور سوالات کی تعداد بیس سے گھٹا کر سات کر دی تاہم ان سات سوالات کی نوعیت کو اس قدر جامع، کثیر الجہت اور ہمہ گیر بنایا گیا کہ وہ سوانحی جزئیات، اصنافِ ادب کے تجربات، سیاسی و نظریاتی وابستگی، نثری نظم کی تحریک، مشاعروں کی روایت کے زوال اور مغربی ادبی رجحانات جیسے عصری مباحث کا مکمل احاطہ کر سکیں۔ سلطانہ مہر نے اس جلد میں گفتگو کو محض روایتی سوال و جواب تک محدود نہیں رکھا بلکہ متعلقہ شخصیت کی سابقہ تحریروں، مصاحبات اور تقاریر کے حوالوں سے بیانیے کو ثروت مند بنایا ہے۔ اس جلد کے اختتامی صفحات پر سلطانہ مہر نے ایک اہم دستاویزی کام یہ کیا ہے کہ اب تک کے اپنے سابقہ تمام مصاحبین کی ایک جامع فہرست سابقہ کتب کی ترتیب کے لحاظ سے شامل کر دی ہے جس سے محققین کے لیے مطلوبہ مصاحبے اور حوالہ جات کو ڈھونڈنے کی دشواری کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ کتاب کے آخری صفحات پر

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

سید ضمیر جعفری کا مزاحیہ مضمون "عورتوں کی شبلی نعمانی" اور پس ورق پر احمد ندیم قاسمی کی مختصر جامع رائے بھی شامل ہے۔ جلد سوم میں شامل سوالات تعداد میں کم ضرور ہیں مگر ان کی وسعت کلاسیکی روایت سے لے کر مستقبل کے منظر نامے تک پھیلی ہوئی ہے۔ مصاحبہ کار کی مصاحباتی اپج یہ ہے کہ انھوں نے گفتگو کو صرف سوال نامے تک محدود نہیں رکھا بلکہ بیانیہ نثر کے ذیل میں مصاحب کے ماضی کے بیانات اور سابقہ تحریروں کو بھی متن کا حصہ بنایا ہے تاکہ قاری مصاحب کی شخصیت کے ارتقائی پہلوؤں سے آگاہ ہو سکے۔ چنانچہ محمود شام کے مصاحبے میں ان کی ایک سابقہ تقریر کا اقتباس شاملِ متن کیا گیا ہے جس میں ادبی مصاحبے کی معنویت اور ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے سلطانہ مہر لکھتی ہیں:

> "محمود شام خود خان ظفر افغانی کی کتاب "سخن امروز" کی رونمائی کے موقع پر اپنی تقریر میں ادبی انٹرویوز کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ایک لکھنے والے کی تخلیقات کے ذریعے قارئین اس کے اسلوبِ نگارش، زبان پر عبور، الفاظ کے رکھ رکھاؤ سے تو آگاہی حاصل کرتے ہیں لیکن قاری کو تخلیق کار کی ذات کے قریب لانے میں، روزمرہ معاملات جاننے میں، ادب اور زندگی سے متعلقات، نظریات کے بارے میں، گردوپیش اور عہد کے سلسلے میں ادبی انٹرویوز ہی معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔"(۵)

اس جلد کے اختتام پر محققین اور قارئین کی سہولت کے لیے سابقہ تمام جلدوں کا تفصیلی اشاریہ بھی شامل کیا گیا ہے جس سے اس کی علمی افادیت دوچند ہو گئی ہے۔

سال ۲۰۰۰ء میں لاس اینجلس (امریکہ) سے اس مصاحباتی سلسلے کی شائع ہونے والی چوتھی جلد (مشمولہ نوّے ۹۰ شعرا) موضوعاتی تنوع اور اسلوبی پختگی کے اعتبار سے ایک سنگِ میل ہے۔ اس جلد میں ماہرِ لسانیات شان الحق حقی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے سوال نامے میں مزید لچک پیدا کی گئی اور استفسارات کو مختصر و موضوع مرتکز رکھا گیا ہے تاکہ مصاحب کو آزادیِ اظہار کا وسیع تر میدان میسر آ سکے۔ سلطانہ مہر کے مطابق:

> "ایک خط میں مجھے محترم شان الحق حقی نے مشورہ دیا کہ "اِن بی جواب جلد مطلوب ہو تو سوال نامہ مختصر رکھو۔" ان کے مشورے کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے شعرا کی سوانح کے متعلق ایک سوال کے ساتھ صرف سات سوال رکھے۔ اب جواب دینے والوں پر منحصر تھا کہ وہ کس طرح اپنے جواب سمیٹتے۔۔۔ میں نے کسی کی تقلید نہیں کی، خود ہی اپنی راہ منتخب کی اور انٹرویو طرز کا تذکرہ مرتب کرنے کو ترجیح دی۔"(۶)

جلد چہارم میں سلطانہ مہر بیانیہ نثری اسلوب میں زیادہ سے زیادہ معلومات کو کم سے کم الفاظ میں سمیٹنے کا فن آزماتی ہیں۔ ایسے مقامات پر مصاحبہ کار راوی بلکہ کئی مصاحبوں میں شارح کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ بہت سے مصاحبوں میں سلطانہ مہر کی شخصی

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تحقیقی تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

نمود اور چھاپ واضح ہے۔وہ مصاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے اچانک اپنے ذاتی تعلقات، ملاقاتوں اور نجی مشاہدات کی تفصیل بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتیں۔اس غیر رسمی انداز میں فنی اعتبار سے مصاحبہ کار معروضی بیانیے کے دائرے سے نکل کر شخصی فضا تخلیق کرتی ہیں جس میں مصاحب کے شخصی گوشے زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ سلطانہ مہر کے مصاحباتی اسلوب کے بنیادی جوہر یعنی اختصار پسندی اور جامعیت اس مجموعے میں بھی واضح دکھائی دیتے ہیں۔ سلطانہ مہر کا"آج کی شاعرات"سے شروع ہونے والا مصاحباتی سفر چوتھی جلد تک پہنچتے ہوئے اپنے فنی تنوع کے عروج پر نظر آتا ہے۔اس جس کے نتیجے میں یہ کتاب تذکرے، خاکے اور آپ بیتی کا ایک حسین، شگفتہ اور دلکش امتزاج بن جاتی ہے۔ خصوصاً مہجری ادب(Diasporic Literature)کے محرکات، دیارِ غیر میں اردو زبان کے بقا کے مسائل اور اردو کے لسانی تغیرات کا مطالعہ اس جلد کو اردو ادبی تاریخ کے نسبتاً وسیع مطالعے کا ایک اہم ماخذ بناتا ہے۔

امریکہ ہی سے ۲۰۰۴ء میں شائع ہونے والے چھ سو صفحات پر مشتمل اس مصاحباتی تذکرے کی پانچویں جلد میں ایک سو ایک (۱۰۱) شعرا و شاعرات شامل ہیں۔اس جلد کے ساتھ ہی سلطانہ مہر کے شعری مصاحباتی تذکرے کا یہ طویل سلسلہ اپنے انجام کو پہنچا جس کا باقاعدہ اعلان انھوں نے پیش لفظ ”سخن ور حصہ پنجم کے بعد“ میں کیا ہے۔اس جلد کے سوال نامے میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق اردو رسم الخط کی بقا، نثری غزل کے تجربات، اکیسویں صدی کے ادبی منظر نامے اور جدید مواصلاتی ذرائع (ای میل، انٹرنیٹ وغیرہ) کے ادب پر اثرات جیسے موضوعات کو مصاحباتی پرسش و پاسخ کا حصہ بنایا گیا ہے۔ ”آج کی شاعرات“ سے ”سخن ور“ کی پانچویں جلد تک مصاحبین کی کل تعداد کا ساڑھے پانچ سو (۵۵۰) تک پہنچ جانا اردو ادب بالخصوص نسائی ادبی مصاحبات کی تاریخ میں ایک بے مثال کارنامہ ہے جس کی شہادت رشیدہ عیاں کے ان الفاظ میں ملتی ہے:

> ”ہماری ادبی تاریخ میں ایک دو تذکرے تھوڑا ہی ہیں۔ بڑے بڑے قد آور تذکرہ نویس گزرے ہیں۔ ہندو پاک میں بھی اور غیر ممالک میں بھی، تذکرہ نگار خواتین میں بمشکل چند نام نظر آتے ہیں۔ فہمیدہ بیگم اور سیدہ جعفر کے نام تحقیقی کتابوں میں نمایاں ہیں۔ لیکن پاکستان میں "غزل نما" کی حد تک صرف ادا جعفری کا نام لیا جا سکتا ہے۔ دیکھا جائے تو سلطانہ مہر کے سوا دور دور تک کسی خاتون کا نام نہیں۔ علاوہ ازیں سلطانہ مہر کے تذکروں کی جو اہمیت اور افادیت ہے وہ آج بھی تسلیم کی جا رہی ہے اور آنے والے زمانے میں اس کا مقام اور بلند ہو گا۔ یہ کوئی معمولی تذکرے نہیں ہیں، وقت آئے گا کہ یہ سند کے طور پر تسلیم کیے جائیں گے۔“(۷)

شعرا کے مصاحباتی تذکروں کی کامیابی نے سلطانہ مہر کے مصاحبہ نگاری کے شوق کو مہمیز دی۔اس کے علاوہ کئی معتبر ادیبوں اور محققین کی تاکید پر انھوں نے اردو فکشن اور نثر کے وسیع میدان میں بھی اسی مصاحباتی منہج کو آزمایا۔اس کے نتیجے میں اردو نثر نگاروں

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تحقیق تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

کے مصاحباتی تذکرے ''گفتنی'' (حصہ اول: ۲۰۰۰ء، حصہ دوم: ۲۰۰۴ء) منظرِ عام پر آئے۔ ان دو جلدوں میں پاکستان، ہندوستان، یورپ، امریکہ اور افریقہ سے تعلق رکھنے والے تقریباً دو سو (۲۰۰) اردو نثر نگاروں، جن میں ممتاز افسانہ نگار، ناول نگار، ناقدین، محققین اور دیگر افسانوی و غیر افسانوی نثری اصناف سے وابستہ نثر نگار شامل ہیں، کے مصاحبات کو دستاویزی صورت دی گئی ہے۔ اس تذکرے کے لیے دس سوالات پر مشتمل سوال نامہ مرتب کیا گیا ہے۔ یہ سوال نامہ بنیادی طور پر معاصر اردو نثر کے فکری بحران، ترقی پسند تحریک، جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے اثرات، ادیب کے مادی، معاشی اور معاشرتی مسائل اور اردو میں نثر کے مقابلے میں شاعری کی مقبولیت و کثرت جیسے اہم اور فکر انگیز موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس علمی کاوش کو اردو نثر کی تاریخ کا ناگزیر ماخذ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''میں نے اس تذکرے کا مسودہ دیکھا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ بھی ویسا ہی مفید اور اچھا کام ہے جیسا تذکرہ شعرا (سخن ور) تھا۔۔۔۔ وہ لوگ جو اردو زبان کے قابل ذکر اور نامور نثر نگاروں کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں، یہ تذکرہ نہ صرف ان کے لیے مفید ہو گا بلکہ اہلِ علم، اساتذہ اور طلبہ بھی اس کے مطالعے سے مستفید ہوں گے۔'' (۸)

''گفتنی'' میں مصاحبہ کار کی غیر رسمی مصاحباتی اسلوب میں راویانہ گرفت، استخراجی صلاحیت اور تنقیدی بصیرت قدرے پختہ دکھائی دیتی ہے۔ چونکہ سلطانہ مہر خود بھی فکشن نگار ہیں اس لیے نثر نگاروں سے استفسارات کے دوران ان کے ہاں صحافتی سطحیت کے بجائے فکری گہرائی، فنی باریکیوں کا شعور اور تخلیقی ہمدردی کا عنصر نمایاں رہتا ہے۔ مجتبیٰ حسین نے اردو کی نسائی تذکرہ نگاری میں اس کارنامے کی انفرادیت کو یوں تسلیم کیا ہے:

''میر تقی میر کی "نکات الشعرا" سے لے کر سلطانہ مہر کی "سخن ور" (حصہ اول تا چہارم) اور "گفتنی" (حصہ اول) تک اردو میں تذکرہ نگاری سے متعلق تصانیف کی کمی نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس میدان میں کوئی قابلِ لحاظ اور معتبر خاتون تذکرہ نگار نظر نہیں آتی۔۔۔۔ سلطانہ مہر کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ساری دنیا میں پھیلے ہوئے بقیدِ حیات اردو شاعروں اور ادیبوں کے حالات زندگی اکٹھا کیے ہیں۔ واضح ہو کہ تذکرہ نگاری کے سلسلے میں ہمارے بیشتر تذکرہ نگاروں کا زور مرحومین کے حالات زندگی اکٹھا کرنے پر رہا ہے۔'' (۹)

اسی طرح اکرام بریلوی نے اس مصاحباتی اسلوب کو میر تقی میر کی تنقیدی اور تذکرہ نگاری کی روایت کا تسلسل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''جس طرح میر نے "نکات الشعرا" میں اپنے معاصر و پیش رو شعرا پر تنقیدی اشارے دے کر تذکرے میں تنقیدی روایت کی بنیاد ڈالی، بالکل اسی طرح سلطانہ مہر نے "سخنور" اور "گفتنی" میں تنقیدی حاشیوں سے اپنے تذکروں کو

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
تصدیق
Vol. 8 No. 2 (2026)

حوالے کے کام سے آگے بڑھا کر ان کے سرے تنقید سے جوڑ دیے ہیں اور یہ بلا شبہ ان کی تخلیقی نفس(Creativity)کا برملا ثبوت ہیں۔"(۱۰)

جبکہ تاج سعید نےاسے آنےوالی نسلوں کے لیےایک معتبر اور صداقت پر مبنی حوالہ جاتی کتاب(Reference Book)سے تعبیر کرتے ہوئے لکھاہے:

"کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کئی ادیبوں سے پہلی بار متعارف ہونے کا موقع ملتاہے۔ان کی ادبی زندگی کی جدوجہد،ان کے رویوں کے احوال سے سلطانہ مہر نےاپنے سوالات سے ایسی کہکشاں سجائی ہے جو"گفتنی"کی تازگی بھی برقرار رکھے گی اور آنے والے دور میں نئے اذہان اس سے استفادہ بھی کریں گے۔"(۱۱)

اس مجموعے کے لیے مرتب کردہ سوال نامہ دس سوالات پر مشتمل ہے۔اس سوال نامے میں اردو فکشن پر جدیدیت کے اثرات،ادیبوں کے مادی و نفسیاتی بحران اور تلاشِ معاش جیسے موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔مزید برآں نظامِ فکر کی تلاش،معیارِ ادب کے پیمانے اور عالمی منظر نامے پر نثر کے مقابلے میں شاعری کی کثرت کے اسباب پر بھی جرح کی گئی ہے۔مذکورہ سوال نامے کی نوعیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسے معاصر ادبی رجحانات کی تفہیم میں معاونت کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔اکیسویں صدی میں اردو ادب پر نثر کا غلبہ نمایاں ہےاور یہ اثرات محسوس کرتے ہوئے بیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں میں نثر نگاری کی صورتِ حال پر ان سوالات کے ذریعے گہری روشنی ڈالی گئی ہے۔

لسانی سطح پر اردو میں انگریزی الفاظ کی شمولیت اور دونوں زبانوں کے باہمی تعلقات کے ساتھ ساتھ تذکرہ نگاری کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے مصاحبین کی زندگی کے دلچسپ واقعات کو بھی جگہ دی گئی ہے۔آخری سوالات میں اردو تنقید،مختلف فکری دبستانوں،تراجم اور علاقائی زبانوں کے اردو پر اثرات جیسے علمی مباحث چھیڑے گئے ہیں۔مصاحبہ کار نے تدوینی حوالے سے حروفِ تہجی کی ترتیب اور صنفی و جغرافیائی تنوع کو برقرار رکھا ہے۔سلطانہ مہر کے سابقہ تذکروں کے برعکس یہاں مصاحباتی عناصر زیادہ واضح اور دوٹوک صورت میں سامنے آتے ہیں۔بعض مقامات پر"پس نوشت"کے تحت دیے گئے حوالہ جاتی و تاثراتی حواشی متعلقہ شخصیت کے بارے میں اضافی تحقیقی معلومات فراہم کرتے ہیں۔سوال ناموں کی یکسانیت پر اعتراض کے باوجود ایک ہی موضوع پر متنوع آراء کا حصول ان تذکروں کا اہم علمی پہلو ہےاور اس یکسانیت کی بدولت ہی تنقیدی اور ادبی تاریخ کے حوالے سے قیمتی نکات جمع ہو گئے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی مقامات پر مصاحبہ کار نے معمول سے ہٹ کر ضمنی سوالات کے ذریعے مصاحبے کو مزید بصیرت افروز بنایا ہے۔نثر نگاروں کے تذکرے میں سلطانہ مہر کی راویانہ حیثیت اور فنی گرفت نمایاں ہے،جہاں

وہ تخلیقی جملوں اور بر محل سوالات سے جمود کو توڑتی دکھائی دیتی ہیں۔سلطانہ مہر کا اڑتیس سالہ مصاحباتی و تدوینی سفر (۱۹۶۷ء تا ۲۰۰۴ء)اردو ادب کی تقریباً آٹھ سو(۸۰۰)ادبی شخصیات(شعرا اور نثر نگاروں) کے فکری، سوانحی، تخلیقی اور نفسیاتی کوائف پر محیط ہے۔ان کی مصاحبہ نگاری کی فنی قوت اور انفرادیت اس امر میں ہے کہ انھوں نے روایتی سوانحی تذکرے،اخباری انٹرویو،ادبی خاکے اور خود نوشت سوانح کے عناصر کو باہم مربوط کرتے ہوئے ایک نئی ترکیبی ہیئت تشکیل دی جس میں مصاحب خود اپنا بیانیہ تشکیل دیتا ہے اور مصاحبہ کار ایک راوی و شارح کے طور پر اسے مربوط کرتی ہیں۔

سلطانہ مہر نے ادیبوں کے ذہن کے نہاں خانوں سے ایسے نادر کوائف، خاندانی پسِ منظر، نفسیاتی عقدے اور نظریاتی گوشے برآمد کیے جو عمومی سوانحی کتب میں مفقود ہیں۔مزید برآں تحریروں کے عکس، دستخط، مکمل پتے اور تصاویر کی شمولیت نے ان تذکروں کو ایک مستند دائرۃ المعارف کا درجہ دے دیا ہے۔ خصوصاً دیارِ غیر میں مقیم ادیبوں اور اردو کی شاعرات و خواتین قلم کاروں کو جو عموماً مرکزی ادبی دھارے سے جدا ہو جاتے ہیں، بھرپور نمائندگی دے کر انھوں نے ادبی تاریخ کے ایک بڑے سوانحی خلا کو پُر کیا ہے نیز مصاحباتی اسالیب کے ضمن میں بھی متعدد تجربات کیے ہیں۔

تاہم ان خوبیوں اور تاریخی کارناموں کے باوصف سلطانہ مہر کے مصاحباتی تذکروں میں بعض ایسے فنی اور اسلوبی سقم بھی پائے جاتے ہیں جو تحقیقی اور معروضی نقطۂ نظر سے قابلِ توجہ ہیں۔اولاً، ''سخن ور''(حصہ دوم تا پنجم) اور ''گفتنی'' میں مکتوباتی سوال ناموں پر انحصار کے باعث سوالات کی نوعیت جامد اور یکساں ہو گئی ہے۔اس کے نتیجے میں ایک جیسے سوالات کے جوابات ہر مصاحبے میں پڑھنے سے قاری کے لیے متن میں تکرار، یکسانیت اور اکتاہٹ کا پہلو ابھرتا ہے۔ جہاں مصاحبین نے اپنے جوابات میں جدت طرازی کی ہے یا مصاحبہ کار نے اپنے تاثرات یا تنقیدی پہلوؤں کو شامل کیا ہے وہاں موضوعاتی ندرت نمایاں ہوتی ہے بصورت دیگر عمومی طور پر یکسانیت کے اثرات مصاحباتی فضا پر چھائے رہتے ہیں۔

ثانیاً، چونکہ یہ مصاحبات زیادہ تر مراسلاتی یا تحریری سوال ناموں کے ذریعے مکمل ہوئے ہیں اس لیے بالمشافہ گفتگو کی فطری برجستگی، فوری سوال سے ضمنی سوال کا اخراج، اور متنازعہ یا مبالغہ آمیز بیانات پر تنقیدی جرح(Cross-Examination) کا عنصر کمزور پڑ گیا ہے۔اس خلیج کو بھی مصاحبہ کار نے چند مصاحبات میں مزید وضاحتی سوالات بھیج کر پاٹنے کی کوشش کی ہے تاہم عمومی تشنگی کا احساس باقی رہتا ہے۔کیونکہ مصاحب و مسئول نے جو کچھ لکھ کر بھیج دیا، مصاحبہ کار کو اسے من و عن تسلیم کرنا پڑا جس سے تحقیقی تفتیش کا عمل تشنہ رہ گیا۔ثالثاً، متعدد مصاحبوں میں سلطانہ مہر کی اپنی ذات، نجی مراسم، مکتوباتی روابط اور ذاتی مشاہدات مصاحب کی شخصیت پر غالب آ جاتے ہیں جس سے وہ غیر جانبدار راوی کے بجائے ایک ایسی شارح بن جاتی ہیں جو انفرادی تعلقات کو معروضی تنقید پر فوقیت دینے لگتی ہیں

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 8 No. 2 (2026)

جس سے بعض اوقات تذکرے کا تحقیقی توازن اور معروضی حیثیت مجروح ہوتے ہیں۔

ان تمام فنی حدود اور مصاحباتی مسائل کے باوجود سلطانہ مہر کا یہ تدوینی کام اردو تذکرہ نگاری خاص طور پر نسائی مصاحبہ نگاری کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام کا حامل ہے۔انھوں نے ہجرت کے کٹھن مراحل، وسائل کی محدودیت اور مکتوباتی فاصلوں کے باوجود کلاسیکی روایت کو جدید ابلاغی تقاضوں سے ہم آہنگ کیا، جس کا اعتراف مشفق خواجہ کے اس محققانہ محاکمے میں مضمر ہے:

> ''بیسویں صدی میں لے دے کے ایک ہی تذکرہ "خم خانۂ جاوید" لکھا گیا اور وہ بھی مکمل نہیں ہو سکا، اب یہ حال ہے کہ ہم اپنے شاعروں اور ادیبوں کے بارے میں بنیادی معلومات حاصل کرنا چاہیں تو کوئی ایسی بات نہیں ملتی جو ہماری رہنمائی کر سکے۔۔۔سلطانہ مہر نے ہر شاعر سے ملاقات کر کے اس کے حالات معلوم کیے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض سوانحی خاکوں میں آپ بیتی کا رنگ نمایاں ہے۔سلطانہ مہر نے ہر شاعر کے بارے میں بنیادی معلومات ہی جمع نہیں کی بلکہ بعض مضامین پر ان کی آراء کو بھی اس طرح محفوظ کر دیا ہے کہ ہر شاعر کے ذہنی رجحانات اور ادبی نقطۂ نظر سے بھی آگاہی ہو جاتی ہے۔''(۱۲)

بلاشبہ، سلطانہ مہر کے مصاحباتی تذکرے معاصر اردو ادب کا وہ شفاف آئینہ ہیں جن میں تنقیدی تاریخ، تخلیقی رویے اور پورے عہد کا ادبی منظر نامہ پوری آب و تاب کے ساتھ محفوظ ہو چکا ہے، اور آنے والی صدیوں میں اردو ادب کا کوئی بھی مؤرخ ان مآخذ سے استغنا نہیں برت سکے گا۔

حوالہ جات

1. سلطانہ مہر، سخن ور (جلد اول)، ادارۂ تحریر، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص:۹
2. سلطانہ مہر، آج کی شاعرات، محرابِ ادب، کراچی، ۱۹۷۳ء، ص:۶
3. ممتاز، حسین، پروفیسر، "تاریخی افادیت" (مضمون)، مشمولہ: سخن ور (جلد اول)، ادارۂ تحریر، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص:۱۲-۱۱
4. مشفق خواجہ، "سوانحی معلومات" (مضمون)، مشمولہ: سخن ور (جلد اول)، ادارۂ تحریر، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص:۱۵
5. سلطانہ مہر، سخن ور (جلد سوم)، دنیائے ادب، کراچی، ۱۹۹۸ء، ص:۱۷۹
6. سلطانہ مہر، سخن ور (جلد چہارم)، مہر بک فاؤنڈیشن، کیلی فورنیا، امریکہ، ۲۰۰۰ء، ص:۲۷-۲۶
7. رشیدہ، عیاں، "مضمون"، مشمولہ: سخن ور (جلد پنجم)، مہر بک فاؤنڈیشن، لاس اینجلس، امریکہ، ۲۰۰۴ء، ص:۱۳

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

Vol. 8 No. 2 (2026)

8. جمیل جالبی، ڈاکٹر، "مضمون"، مشمولہ: گفتنی (جلداول)، مہربک فاؤنڈیشن، لاس اینجلس، امریکہ، ۲۰۰۰ء، ص: ۷
9. مجتبیٰ حسین، "مضمون"، مشمولہ: گفتنی (جلد دوم)، مہربک فاؤنڈیشن، لاس اینجلس، امریکہ، ۲۰۰۴ء، ص: ۲۲
10. اکرام بریلوی، "مضمون"، مشمولہ: گفتنی (جلد دوم)، مہربک فاؤنڈیشن، لاس اینجلس، امریکہ، ۲۰۰۴ء، ص: ۲۶
11. تاج سعید، "مضمون"، مشمولہ: گفتنی (جلد دوم)، مہربک فاؤنڈیشن، لاس اینجلس، امریکہ، ۲۰۰۴ء، ص: ۳۸
12. مشفق خواجہ، "مضمون"، مشمولہ: سخن ور (جلد دوم)، مہربک فاؤنڈیشن، لاس اینجلس، امریکہ، ۱۹۹۶ء، ص: ۱۵

References:

1. Mehr, Sulṭānah. *Sukhanvar*, Vol. 1. Karāchī: Idārah-i Taḥrīr, 1979, 9.
2. Mehr, Sulṭānah. *Āj kī Shāʿirāt*. Karāchī: Miḥrāb-i Adab, 1973, 6.
3. Mumtāz, Ḥusayn, Professor. “Tārīkhī Afādiyat.” Incl.: *Sukhanvar*, Vol 1. Karāchī: Idārah-i Taḥrīr, 1979, 11-12.
4. Khvājah, Mushfiq. “Savāniḥī Maʿlūmāt.” Incl.: *Sukhanvar*, Vol. 1. Karāchī: Idārah-i Taḥrīr, 1979, 15.
5. Mehr, Sulṭānah. *Sukhanvar*, Vol. 3. Karāchī: Dunyāʾe Adab, 1998, 179.
6. Mehr, Sulṭānah. *Sukhanvar*, Vol. 4. California, America: Mehr Book Foundation, 2000, 26-27.
7. ʿAyān, Rashīdah. “Maẓmūn.” Incl.: *Sukhanvar*, Vol. 5. Los Angeles, America: Mehr Book Foundation, 2004, 13.
8. Jālibī, Jamīl, Dākṭar. “Maẓmūn.” Incl.: *Guftanī*, Vol. 1. Los Angeles, America: Mehr Book Foundation, 2000, 7.
9. Ḥusayn, Mujtabā. “Maẓmūn.” Incl.: *Guftanī*, Vol. 2. Los Angeles, America: Mehr Book Foundation, 2004, 22.
10. Barelvī, Ikrām. “Maẓmūn.” Incl.: *Guftanī*, Vol. 2. Los Angeles, America: Mehr Book Foundation, 2004, 26.
11. Saʿīd, Tāj. “Maẓmūn.” Incl.: *Guftanī*, Vol. 2. Los Angeles, America: Mehr Book Foundation, 2004, 38.
12. Khvājah, Mushfiq. “Maẓmūn.” Incl.: *Sukhanvar*, Vol. 2. Los Angeles, America: Mehr Book Foundation, 1996, 15.